فرد اور جماعت

جن لوگوں نے قرآن اور حدیث کا بنظر غائر مطالعہ کیا ہے وہ اس حقیقت سے بے خبر نہیں ہیں کہ اسلام کی نگاہ میں اصل اہمیت فرد کی ہے نہ کہ جماعت یا اجتماعی نظام کی۔ ہر ہر فرد انسانی کو اللہ تعالیٰ نے شخصیت عطا کی ہے' خودی کا احساس دیا ہے' انفرادی خصوصیات بخشی ہیں' دیکھنے کے لیے آنکھیں دی ہیں۔ سننے کے لیے کان دیئے ہیں' سوچنے' سمجھنے اور رائے قائم کرنے کے لیے دل دیا ہے' خواہش' تمیز' ارادے اور فیصلے کی قوتیں دی ہیں' اور اپنی ملکیت میں سے بہت سی چیزیں امانۃً اس کے سپرد کر کے ان پر تصرف کے اختیارات اسے عطا کیے ہیں۔ اس بنا پر ایک ایک انسان منفرداً اللہ کا خلیفہ ہے اور یہ خلیفہ ہونے کی حیثیت سے ذمہ دار اور جواب دہ ہے۔ یہی بات ہے جسے قرآن بار بار دہراتا ہے۔ کُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ۔ كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِينٌ ۝ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ۔ لَيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ۔ لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ 'یہ سب اسی حقیقت کے اعلانات ہیں۔ اور اسی کو اس مشہور حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے کہ الا کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ۔ پھر اسی بات کو قرآن آخرت کے ذکر میں بکثرت بیان کرتا ہے کہ اللہ کی عدالت میں ایک ایک انسان انفرادی حیثیت سے اپنا حساب دے گا اور جو کچھ برائی یا بھلائی اس نے دنیا کی زندگی میں کمائی تھی' اس کا نتیجہ دیکھے گا۔ یعنی جس طرح شخصیت انفرادی ہے اور ذمہ داری انفرادی ہے اس طرح نتیجہ وانجام بھی آخرکار انفرادی ہی ہے اور اس نتیجہ و انجام کے خوب یازشت ہونے اور خوبی وزشتی کے مختلف مدارج میں سے کسی درجہ پر پہنچنے کا تمام تر انحصار اس پر ہے کہ اس نے دنیا کی زندگی میں کس قسم کی شخصیت اپنے اندر پرورش کی' کن صفات کا اکتساب کیا' کس طرح ان قوتوں سے کام لیا جو اللہ نے اسے دی تھیں' کس طرح اس امانت میں اپنے اختیارات استعمال کیے' جو اللہ تعالیٰ نے اسے سونپی تھی' اور اپنی تکمیل کے لیے ان ذرائع سے

کہاں تک فائدہ اٹھایا جو اسے حاصل تھے۔

پس یہ حقیقت ہے کہ اسلامی نقطہ نظر سے فرد کی شخصیت کا ارتقاء اور اس کی ذات کی تکمیل بجائے خود مطلوب ہے۔ دین کا مخاطب فرد ہے' خدا کی عبدیت اور اطاعت کی طرف فرد کو دعوت دی گئی ہے' حقوق اور فرائض فرد پر عائد کیے گئے ہیں' امرونہی کے احکام فرد کو دیے گئے ہیں' طاعت پر جزا کی امید فرد کو دلائی گئی ہے اور عصیان پر سزا کی دھمکی بھی فرد ہی کو دی گئی ہے۔ اس نظام فکرو عمل میں فرد ہی وہ اصل اکائی ہے جس کو ابتدا میں عامل کی حیثیت سے اور انتہا میں نتیجہ عمل پانے والے کی حیثیت سے بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ اسی کی عقل اور جذبات سے یہ اپیل کرتا ہے' اسی کو اپنی ہدایت و رہنمائی کا مخاطب بناتا ہے' اسی کی فلاح کا طالب ہے اور اسی کو خسران سے بچانا چاہتا ہے۔ اگر فرد اپنی جگہ ناقص رہ جائے اور اپنی شخصیت کو پستی میں گرادے تو آخری فیصلہ میں اس جماعت اور اجتماعی نظام کی خوبی اس کے لیے کچھ بھی نافع نہیں ہو سکتی جس سے وہ دنیا میں تعلق رکھتا تھا' بلکہ اگر وہ کسی اچھی جماعت اور صالح اجتماعی نظام سے وابستہ تھا اور پھر اس نے اپنی تکمیل ذات اور ارتقاء شخصیت کے ان مواقع سے فائدہ نہ اٹھایا جو اسے حاصل تھے تو یہ چیز اس کے خلاف ایک اور قوی دلیل بن جائے گی اور اسے اور زیادہ خسران میں مبتلا کرے گی۔ بخلاف اس کے اگر وہ اپنی کوشش سے اس کمال کو پہنچ جائے جس کو وہ پہنچ سکتا تھا اور اپنی شخصیت کو اتنا بہتر نشوونما دے جتنا وہ دے سکتا تھا' تو جماعت اور اجتماعی نظام کا فساد اس کی فلاح و نجات میں مانع نہیں ہو سکتا' بلکہ یہ چیز اس کے حق میں ایک دلیل ہو گی کہ اس نے ناموافق حالات میں ترقی کے لیے اتنی کامیاب جدوجہد کی۔ یہی معنی ہیں اس آیت کے جو سورۂ مائدہ میں ارشاد ہوئی ہے کہ **عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ** اور اس کے برعکس کی صحت پر خود اسی آیت کا مضمون دلالت کرتا ہے یعنی یہ کہ **لا ینفعکم من اھتدی اذا ضللتم**۔

اس کا یہ مطلب نہیں کہ جماعت اور اجتماعی نظام کی صلاح' اسلام کی نگاہ میں کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔ فی الواقع اس کو بہت بڑی اہمیت حاصل ہے۔ مگر اس حیثیت سے نہیں کہ وہ بجائے خود مطلوب ہے۔ بلکہ اس حیثیت سے کہ فرد کی شخصیت کا ارتقاء اور اس کی ذات کی تکمیل جماعت ہی کی اصلاح اور اجتماعی نظام ہی کی بہتری پر منحصر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آدمیوں کو فرد فرد کی صورت میں پیدا تو ضرور کیا ہے' مگر فرد فرد کی صورت میں رکھا نہیں ہے۔ ہر شخص اس اجتماعی عمل کے نتیجہ میں پیدا ہوتا ہے جو ایک مرد اور ایک عورت کے درمیان واقع ہوا تھا۔ پیدا ہونے

سے پہلے ہی اجتماعی زندگی کے بہت سے وہ ثمرات جو اس کی ماں اور اس کے باپ نے اپنے اندر جذب کیے تھے' موروثی صفات و خصائص کی صورت میں اس کے اندر پیوست ہو چکے ہوتے ہیں۔ اور وہ اس کی شخصیت کے نشوونما پر اچھا خاصا اثر ڈالتے ہیں۔ ماں کے پیٹ سے باہر آتے ہی وہ ایک جماعت کے درمیان آنکھ کھولتا ہے اور اجتماعی زندگی اس ساعت سے لے کر موت کی گھڑی تک پیہم اس پر اثر ڈالتی ہے اور اس سے اثر قبول کرتی رہتی ہے۔ اگر اجتماعی ماحول کسی غلط نظام پر قائم ہو' اس کی آب و ہوا صلاح کی بجائے فساد کو پرورش کرنے والی ہو' اس کی زمین خیر کے بجائے شر کے لیے سازگار ہو تو ان حالات میں اکثروبیشتر افراد کی تکمیل ذات' دشوار بلکہ محال ہے۔ یہاں تک کہ بسا اوقات اس ماحول میں وہ حالت پیدا ہو جاتی ہے جسے دیکھ کر جلیل القدر پیغمبر پکار اٹھتا ہے کہ **رب لا تذر علی الارض من الکفرین دیارا انک ان تذرھم یضلوا عبادک ولا یلدوا الا فاجرا کفارا** ۔ اس لیے یہ ناگزیر ہے کہ جماعت کو درست اور اجتماعی نظام کو پاک کیا جائے' تاکہ بیشتر انسانی افراد کے لیے سازگار ماحول پیدا ہو' جس میں ان کی شخصیتیں صحیح نشوونما پا سکیں۔ حرام کی روٹی' جس سے پرورش پائے ہوئے گوشت پوست کے لیے جنت حرام ہے اور جس کے حق میں نبی صادق ومصدق نے خبردی ہے کہ آتش دوزخ ہی اس کے لیے اولیٰ ہے' آخر کوئی فرد اس سے کیونکر بچے اور رزق حلال کہاں پائے' جب کہ ایک غلط نظام معیشت نے رزق کے سارے چشموں کو گندہ کر دیا ہو؟ جاہلیت کے اخلاق' افکار اور اعمال جو انسان کے لیے ابدی خسران کے موجب ہیں' آخرکوئی شخص ان سے کس طرح محفوظ رہے' جب کہ تمدن' معاشرت تعلیم' سب پر جاہلیت پورے زور کے ساتھ چھائی ہوئی ہو اور اس کا زہر وبائی سمیت کی طرح سارے اجتماعی ماحول میں سرایت کر گیا ہو' معصیت خدا و رسول جس کے ساتھ کسی کمال کے حصول اور کسی شخصیت کے ارتقاء کا تصور ہی کیا جا سکتا ہے آخر کوئی شخص اس سے کہاں تک پرہیز کر سکتا ہے' جب کہ ایک کافرانہ نظام سیاست نے کامل تسلط حاصل کر کے پوری پوری قوم کو کفراور ظلم اور فساد کی خدمت پر مجبور کر دیا ہو؟ پس فرد کی نجات و فلاح بہت مشکل بلکہ محال ہے' اگر اس کی ترقی اور تکمیل کے راستے سے ان موانع کو دور نہ کیا جائے جو ایک بگڑی ہوئی جماعت اور ایک فاسد نظام اجتماعی کی بدولت پیدا ہوتے ہیں' اور ایک ایسا صالح اجتماعی نظام نہ قائم کر دیا جائے جو اس تکمیل اور ترقی میں مددگار ہو۔

یہ اس معاملہ کا ایک پہلو ہے۔ اور اسی کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی ترقی

اور تکمیل کا راستہ ہی اجتماعی زندگی کے اندر رکھا ہے' نہ کہ اس کے باہر۔ فرد کی وہ امتحان گاہ جس میں اُسے اپنی لیاقت یا نالائقی ثابت کرنی ہے اور جس میں کامیابی یا ناکامی ہی پر آخرت میں اس کی فلاح و خسران کا مدار ہے' کسی خلوت کدے یا کسی سنسان جنگل میں واقع نہیں ہے۔ بلکہ حیات اجتماعی کے عین منجدھار میں واقع ہے۔ اس کو اکیلا نہیں رکھا گیا ہے بلکہ دوسرے انسانوں کے ساتھ بے شمار تعلقات کے رشتوں میں باندھ دیا گیا ہے۔ وہ کسی کا بیٹا' کسی کا بھائی' کسی کا شوہر' کسی کا باپ' کسی کا دوست' کسی کا دشمن' کسی کا ہمسایہ' کسی کا اجیر' کسی کا مستاجر' کسی کا حاکم' کسی کا محکوم کسی کا بائع' کسی کا مشتری' کسی کا امین' کسی کا موتمن بنایا گیا ہے۔ اور اس کا امتحان ہی اس امر میں ہے کہ ان تعلقات میں بندھ کر' ذمہ داریوں اور امانتوں کے بوجھ سے لد کر' خوف اور لالچ محبت اور غضب' امیدوں اور مایوسیوں کے ماحول میں رہ کر وہ کس طرح اللہ کے عائد کردہ حقوق اور فرائض ادا کرتا ہے' کس طرح اس کے مقرر کردہ حدود پر قائم رہتا ہے' کس طرح خلافت کے اس منصب سے عہدہ برا ہوتا ہے جو اس کے سپرد کیا گیا ہے۔ کن صفات کا اکتساب کرتا ہے' کن خصوصیات کو اپنے اندر نشونما دیتا ہے اور اپنی سیرت و کردار کے کیسے نقوش دنیا میں چھوڑ کر جاتا ہے۔ نیکی کا جو تصور اسلام پیش کرتا ہے وہ ہر معنی سے خالی ہو جاتا ہے اگر فرد کو اجتماعی زندگی سے الگ کر لیا جائے۔ جس شخص نے تمدنی تعلقات کے جتنے کم شعبوں میں قدم رکھا ہے اور جتنی کم ذمہ داریاں لی ہیں' اس نے گویا اس قدر کم پرچوں میں امتحان دیا ہے اور اس لحاظ سے اپنی شخصیت کو اتنے ہی پہلوؤں میں تکمیل کے مواقع سے محروم کر لیا ہے۔ حتیٰ کہ جس نے خلوت میں رہبانیت کی زندگی گزاری اس نے اپنے امتحان کے اکثروبیشتر پرچے سادہ اوراق کی صورت میں بھیج دیئے' جن پر وہ سرے سے کوئی نمبر پانے کا مستحق ہی نہیں ہے۔

قارئین ترجمان القرآن سے التماس ہے کہ ماہنامہ ترجمان القرآن کی توسیع اشاعت کے لیے چلائی جانے والی مہم میں ہمارے ساتھ بھرپور تعاون فرمائیں۔ اس سلسلہ میں اس پرچے کے ساتھ ایک خریدار کارڈ منسلک کیا گیا ہے' جس پر پاکستان میں ٹکٹ لگانے کی ضرورت نہیں۔ آپ سے گزارش ہے کہ سالانہ خریداری پر آمادہ احباب سے یہ کارڈ پر کروا کر حوالہ ڈاک فرمائیں۔ مزید کارڈ بھی طلب کریں۔ (ادارہ)